Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

بانی: مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ شمارہ ۷۰

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

4 جوانی میں شریعت کی پابندی

6 اپنے وقت کے امام علیہ السلام کے بارے میں چند سوالات اور مرجع عالی قدر دام ظلہ کے جوابات

8 قبروں پر گنبدوں کی تعمیر

10 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اخلاق حسنہ

12 سید عبد العظیم حسنی علیہ السلام

14 اپنے گھر والوں کے لئے کمانا

17 حضرت حمزہ علیہ السلام

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

جوانی میں شریعت کی پابندی

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

تمام حالات خصوصاً جوانی کے عالم میں شرعی احکام کی پابندی واجب ہے اور شریعت کی خلاف ورزی کرکے اس کی توہین کرنا جائز نہیں ہے۔ اس وقت نوجوان اسٹوڈنٹس سب سے زیادہ جس گناہ اور مصیبت کا شکار ہورہے ہیں وہ نامحرم عورت کی طرف نگاہ کرنا ہے، رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے پس جو عورت بھی اسلام میں داخل ہوتی حضور ﷺ اس سے وعدہ لیتے کہ وہ نامحرم مردوں کے ساتھ تنہائی میں نہیں جائے گی اگرچہ اس کی نیت صحیح ہی کیوں نہ ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَبِتْ فِي مَوْضِعٍ يَسْمَعُ نَفَسَ امْرَأَةٍ لَيْسَتْ لَهُ بِمَحْرَمٍ(وسائل الشیعۃ ؛ ج ۲۰ ؛ ص ۱۸۵)

یعنی: جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے ایسی جگہ رات نہیں گزارنی چاہیے کہ جہاں نامحرم عورت کے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی ہو۔

امام باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ هُوَ يُصِيبُ حَظّاً مِنَ الزِّنَا فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ وَ زِنَا الْفَمِ الْقُبْلَةُ وَ زِنَا الْيَدَيْنِ اللَّمْسُ صَدَّقَ الْفَرْجُ ذٰلِكَ أَوْ كَذَّبَ

(وسائل الشیعۃ ؛ ج ۲۰ ؛ ص ۱۹۱)

کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو زنا کا شکار نہ ہو، پس آنکھوں کا زنا (حرام) نظر ہے، منہ کا زنا (حرام) بوسہ ہے، ہاتھوں کا زنا (حرام) لمس ہے چاہے شرمگاہ اس کی تصدیق کرے یا تکذیب۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

النَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ وَ كَمْ مِنْ نَظْرَةٍ أَوْرَثَتْ حَسْرَةً طَوِيلَةً. (الکافی جلد ۵ ص ۵۵۹)

یعنی: نظر، ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، نہ جانے کتنی ہی نظریں طویل حسرتوں و پشیمانیوں کو جنم دیتی ہیں۔

اسی طرح ایک مقام پر امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ مَنْ تَرَكَهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَا لِغَيْرِهِ أَعْقَبَهُ اللّٰهُ أَمْناً وَ إِيمَاناً يَجِدُ طَعْمَهُ.(وسائل الشیعہ جلد ۲۰ ص ۱۹۲)

یعنی: نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جس نے بھی کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ فقط خدا کی رضا کی خاطر اس کو ترک کیا خدا اس کو امان اور ایمان عطا کرتا ہے کہ جس کے ذائقہ کو وہ محسوس کرتا ہے۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ جَارِهِ فَنَظَرَ إِلَى عَوْرَةِ رَجُلٍ أَوْ شَعْرِ امْرَأَةٍ أَوْ شَيْءٍ مِنْ جَسَدِهَا كَانَ حَقّاً عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ كَانُوا يَتَّبِعُونَ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ فِي الدُّنْيَا وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَفْضَحَهُ اللّٰهُ وَ يُبْدِي لِلنَّاسِ عَوْرَتَهُ فِي الْآخِرَةِ وَ مَنْ مَلَأَ عَيْنَيْهِ مِنِ امْرَأَةٍ حَرَاماً حَشَاهُمَا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَسَامِيرَ مِنْ نَارٍ وَ حَشَاهُمَا نَاراً حَتَّى يَقْضِيَ بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ.(وسائل الشیعہ جلد ۲۰ ص ۱۹۵، ۱۹۴)

یعنی: جو شخص اپنے پڑوسی کے گھر میں جھانکے اور مرد کی شرمگاہ یا عورت کے بال یا اس کے جسم کے کسی حصے کو دیکھے تو خدا کو حق حاصل ہے کہ وہ اسے منافقین کے ساتھ جہنم میں ڈال دے کہ جو (منافقین) دنیا میں عورتوں کی شرمگاہوں کے پیچھے پڑے رہتے تھے اور یہ شخص دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک خدا اسے (دنیا میں) ذلیل و رسوا نہ کرے اور آخرت میں اس کی شرمگاہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کردے گا اور جو شخص کسی نامحرم

عورت کو نظر بھر کر دیکھے خدا قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کو آگ کے کیلوں اور آگ سے بھر دے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور پھر اس کو جہنم میں پھینکنے کا حکم دے دیا جائے گا۔

حضرت امام باقرعلیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ مَنْ مَلأَ عَيْنَيْهِ مِنْ حَرَامٍ مَلأَ اللَّهُ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ النَّارِ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ وَ يَرْجِعَ (وسائل الشیعہ ج ۲۰ ص۱۹۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۴/۱۳)

یعنی: جو شخص کسی ایسی چیز کو نظر بھر کر دیکھے کہ جسکا دیکھنا حرام ہے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس کی آنکھوں کو آگ سے بھر دے گا سوائے اسکے کہ وہ توبہ کرلے اور اس عمل کو ترک کر دے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ مَنْ صَافَحَ امْرَأَةً تَحْرُمُ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَنِ الْتَزَمَ امْرَأَةً حَرَاماً قُرِنَ فِي سِلْسِلَةٍ مِنْ نَارٍ مَعَ شَيْطَانٍ فَيُقْذَفَانِ فِي النَّارِ. (۳۔وسائل الشیعہ ج۲۰ ص۱۹۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۴/۱۳)

کہ جس شخص نے کسی نامحرم عورت سے مصافحہ کیا بیشک وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگیا اور جس شخص نے کسی نامحرم عورت کے ساتھ معاشرت اختیار کی وہ شیطان کے ساتھ آگ کی زنجیر میں جکڑا جائے گااور پھر دونوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

وَ مَنْ صَافَحَ امْرَأَةً حَرَاماً جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُولًا ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ وَ مَنْ فَاكَهَ امْرَأَةً لَا يَمْلِكُهَا (حَبَسَهُ اللَّهُ) بِكُلِّ كَلِمَةٍ كَلَّمَهَا فِي الدُّنْيَا أَلْفَ عَامٍ. (وسائل الشیعہ ج۲۰ ص۱۹۸)

یعنی: جو شخص کسی نامحرم عورت سے مصافحہ کرتا ہے وہ قیامت کے دن جکڑا ہوا آئے گا اور پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم دے دیا جائے گا اور جو شخص کسی ایسی عورت سے ہنسی مذاق کرے جو اس کی ملکیت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر لفظ کے بدلے میں کہ جو اس نے دنیا میں کہے ہیں ہزار سال قید میں رکھے گا۔

ابی بصیر رضوان اللہ علیہ کہ جو آئمہ علیہم السلام کے مخلص صحابہ میں سے تھے کہتے ہیں:

كُنْتُ أُقْرِئُ امْرَأَةً كُنْتُ أُعَلِّمُهَا الْقُرْآنَ فَمَازَحْتُهَا بِشَيْءٍ فَقَدِمْتُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ ع فَقَالَ لِي أَيَّ شَيْءٍ قُلْتَ لِلْمَرْأَةِ (فَغَطَّيْتُ وَجْهِي) فَقَالَ لَا تَعُودَنَّ إِلَيْهَا. (وسائل الشیعہ ج۲۰ ص۱۹۸)

یعنی: کہ میں ایک عورت کو پڑھاتا اور اسے قرآن کی تعلیم دیتا تھا پس ایک دن میں نے اس سے کسی چیز کے بارے میں مذاق کیا اور پھر اس کے بعد جب میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امامؑ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اس عورت سے کیا بات کہی تھی؟ تو میں نے شرمندگی کی وجہ سے منہ کو ڈھانپ لیا پس امام علیہ السلام نے فرمایا: آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ص لَا يُصَافِحُ النِّسَاءَ فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَايِعَ النِّسَاءَ أُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ فَيَغْمِسُ يَدَهُ ثُمَّ يُخْرِجُهَا ثُمَّ يَقُولُ اغْمِسْنَ أَيْدِيَكُنَّ فِيهِ فَقَدْ بَايَعْتُكُنَّ(مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ؛ ج۱۱ ؛ ص۱۲۶)

یعنی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے پس جب کبھی خواتین سے بیعت لینا ہوتی تو ایک برتن منگواتے کہ جس میں پانی ہوتا پس حضور ﷺ اپنا ہاتھ اس میں ڈبوتے اور پھر باہر نکال لیتے، پھرخواتین سے کہتے کہ تم اپنے ہاتھ اس میں ڈبو دو بیشک میں نے تمہاری بیعت لے لی ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

الْعُيُونُ مَصَائِدُ الشَّيْطَانِ:

آنکھیں شیطان کا جال ہیں۔

اللَّحْظُ رَائِدُ الْفِتَنِ:

التفات فتنوں کا سردار ہے۔

ذَهَابُ النَّظَرِ خَيْرٌ مِنَ النَّظَرِ إِلَى مَا يُوجِبُ الْفِتْنَةَ:

یعنی: نظر کا ختم ہوجانا ایسی چیز کی طرف دیکھنے سے بہتر ہے جو فتنہ کا موجب ہو۔

مَنْ غَضَّ طَرْفَهُ أَرَاحَ قَلْبَهُ:

یعنی: جس نے آنکھیں جھکا لیں اس نے دل کو سکون بخشا۔

مَنْ أَطْلَقَ طَرْفَهُ جَلَبَ حَتْفَهُ:

یعنی: جس نے جھانکا وہ اپنی موت کو لے آیا۔

مَنْ غَضَّ طَرْفَهُ قَلَّ أَسَفُهُ وَ أَمِنَ تَلَفَهُ

یعنی: جس نے اپنی آنکھوں کو جھکا لیا اس نے اپنے حسرت و افسوس میں کمی کر لی اور اپنے آپ کو موت سے بچا لیا۔

(مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج۱۴، ص: ۲۷۱)

میرے بیٹے! تمہیں اسلام اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ آنکھیں بند کرکے سڑک پہ نکلو لیکن تمہارے لئے واجب ہے کہ تم کوشش کروکہ تمہاری نظر ایسی چیز پر نہ پڑے کہ جس کا دیکھنا حرام ہے اور اگر تمہاری نظر بغیر کسی ارادہ کے پڑ بھی جائے تو تمہارے لئے فوراً وہاں سے نظر کا پھیرنا واجب ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ دوبارہ اس کی طرف دیکھو اور اگر ایسا کیا تو حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے۔

اسی طرح اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ بعض اوقات آپ بعض مجتہدین کا یہ فتویٰ سنتے ہیں کہ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے تو یاد رکھیں جو مجتہد بھی چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیتا ہے وہ اس بات کی شرط بھی عائد کرتا ہے کہ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا لذت یا شہوت کا باعث نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ لیکن یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک عام لڑکا اپنی عین جوانی اور شباب کے عالم میں ہو اور اسے خواتین کی طرف دیکھنے میں لذت کا احساس نہ ہو۔ ہاں البتہ کبھی کبھی انسان مسلسل دیکھنے کا عادی ہوجاتا ہے اور اسے یہ لذت محسوس نہیں ہوتی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نظر میں لذت نہیں ہوتی بس یہ شخص مسلسل نظر کی وجہ سے اس کا عادی ہوگیا ہے جس طرح کہ جو شخص سگریٹ(Cigarette) پینے کا عادی ہوجاتا ہے اسے سگریٹ کی کڑواہٹ محسوس نہیں ہوتی، جو شخص مرچیں اور مسالے کھانے کا عادی ہوتا ہے وہ ان کے کھانے میں لذت محسوس کرتا ہے اور اسے مرچوں کی اذیت، کڑواہٹ، حرارت اور تیزی محسوس نہیں ہوتی۔

بعض مجتہدین عورت کے باقی جسم کی طرح چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کو بھی حرام قرار دیتے ہیں اور بعض مجتہدین کا فتویٰ یہ ہے کہ احتیاط واجب کی بنا پر عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

میرے جوان بچو! اگر جنت کا راستہ پھولوں اور کلیوں سے مفروش ہوتا تو ہر کوئی اس کو طے کرکے جنت میں پہنچ جاتا بیشک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو امتحان اور آزمائشوں کا ٹھکانہ قرار دیا ہے تاکہ خبیث اور پاکیزہ میں پہچان اور تمیز ہوسکے :

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ يَحْيى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَة (سورہ انفال ۴۲)

یعنی: تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ۔

یاد رکھیں جنت فقط تکلیف و مشقت میں اور جہنم فقط شہوت میں ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ (بحار الانوار (ط - بیروت) ؛ ج۶۸ ؛ ص۷۲)

یعنی :جنت مشکلات میں لپٹی ہوئی ہے جبکہ جہنم خواہشات میں۔

اسی طرح ہمارے لئے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ صحیح عقیدہ رکھنے والے تمام مومنین کے اعمال تقویٰ اورگناہوں سے اجتناب کے ذریعے ہی قبول ہوں گے۔ پس اشادِ قدرت ہے:

إِنَّما يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقينَ(سورۃ المائدہ آیت ۲۷)

یعنی: خدا فقط متقین سے ہی (ان کے اعمال) قبول کرتا ہے۔

جو شخص بھی تقویٰ اور پرہیز گاری میں آگے بڑھتا چلا جائے گا وہ اس کی لذت و شیرینی کو بھی زیادہ سے زیادہ محسوس کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پرہیز گاری کی حفاظت اور اسی حالت میں باقی رہنے کے لئے مشکلات بھی بڑھتی جائیں گی۔

مشرق و مغرب میں موجود یہ خبیث طینت لوگ نہ جانے کتنی کوششیں کررہے ہیں کہ میری مؤمنہ بچیوں سے دین، عفت، پاکیزگی اور عزت و شرف کو چھین لیا جائے۔ پس یہ لوگ ان لڑکیوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں کہ جو دین اور عفت و شرف کے اصولوں کا لحاظ نہیں کرتیں،ان لڑکیوں کو یہ لوگ خاص امتیازات اور دوسری شریف لڑکیوں پر ترجیح دیتے ہیں تاکہ دینی اصولوں پر عمل کرنے والی لڑکیوں کو لادینی کی طرف مائل کیا جاسکے۔

میری مسلمان بیٹیو! یہ بات یاد رکھو کہ ان بھیڑیوں کے دل میں عورت کی کوئی قیمت نہیں ہے خاص طور پر مسلمان عورت تو ان کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ عورت کو اپنی خبیث خواہشات کی تسکین کا ذریعہ بنائیں۔ دین اور اس کے قوانین سے دوری کی وجہ سے ان کے اندر عورت کی عزت و عظمت کا احساس ختم ہوچکا ہے ان لوگوں کی پوری کوشش ہے کہ مسلمان خواتین مغربی عورتوں کی مانند بن جائیں کہ جن کو اشتہاروں، اعلانات اور تجارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے کہ جیسے یہ عورتیں کوئی آلہ، کھلونا یا ایسا بال(Ball) ہوں کہ جس کے ساتھ لوگ پیروں اور ہاتھوں سے کھیلتے ہیں یہ لوگ مسلمان لڑکیوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان کھلونا نما عورتوں کیلئے لچھیدار، لکشی اور خوبصورت القاب اور بھڑکیلے الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً کسی کو بلبلِ مغرب بنا دیتے ہیں اور کسی کو ملکہ حسن کا ایوارڈ دے دیتے ہیں Freedom ،Improvement ،Democracy وغیرہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن کے ذریعے لڑکے اور لڑکیوں کو پھسلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لوگ میرے بچوں اور خاص طور پر میری مؤمنہ بچیوں کو اندھیروں سے بھرے گڑھے میں دھکیل دینے کے لئے انہیں ظاہری زرق برق، زیب و زینت اور الٹے سیدھے فیشن (Fashion) کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور انہیں Fashionable بننے کے جنون میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

پس میرے اسٹوڈنٹ بیٹوں اور بیٹیوں پر واجب ہے کہ ان باتوں پر غور وفکر کریں ان کی طرف متوجہ رہیں کہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے اور یاد رکھیں تعلیم سخت محنت، کوشش، رت جگوں، باقاعدہ اور مسلسل پڑھائی اور ایسے بلند عزم و ارادہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ جس میں معمولی سی بھی لچک نہ ہو اور اسی طرح تعلیم کے حصول اور ترقی کے لئے ضروری ہے اسٹوڈنٹس اخلاقی اور معاشرتی فساد پھیلانے والوں کی ہر چال اور ہر دھوکے سے اپنے آپ کو بچائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنے وقت کے امام علیہ السلام کے بارے میں چند سوالات اور مرجع عالی قدر دام ظلہ کے جوابات

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

سوال: وہ کونسا ایسا راز ہے جس کی وجہ سے امام مھدی علیہ السلام پردہ غیبت میں ہیں نیز اس غیبت کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالی کے کاموں میں مصلحت اور علت کو سوائے اللہ تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا اورنہ ہی پروردگار کے علاوہ اسے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے پس غیبت امام علیہ السلام کی حقیقی علت خدا کے علم میں ہے البتہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ غیبت امام علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کے لئے عقوبت اور سزا ہے پس بندوں کی سرکشی ، شریعت سے دوری اور طاغوت اور جابر حکمرانوں کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالی نے بندوں کو امام علیہ السلام کے مقدس وجود ظاہری سے محروم کر دیا ہے کیوں کہ باقی آئمہ علیہم السلام لوگوں کے درمیان رہے لیکن لوگوں نے ان کے مقدس وجود سے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے ان کے حقوق ان سے چھین لئے اور ان سے ایسا سلوک کیا کہ وہ بے ناصر و مددگار مجتمع سے دور زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ۔ باقی رہا کہ اس غیبت کا کیا فائدہ ہے تو چونکہ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کو اللہ تعالی کی طرف سے دین کے نفاذ اور اپنی حفاظت کے لئے معجزہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی لہٰذا امام علیہ السلام کے لئے لازمی تھا کہ وہ لوگوں کی نظروں سے دور پردہ غیبت میں چلے جائیں تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے آپ کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ سکیں جنہوں نے امام مھدی علیہ السلام کے آباء و اجداد ، ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کو قتل کیا یہاںتکہ امام مھدی علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کی اتنی تعداد میسر آجائے کہ جن کے ذریعے ان تمام حقوق کو واپس لے سکیں جو ان سے اور ان کے آباء و اجداد سے ظالموں نے چھین رکھے ہیں امام مھدی علیہ السلام کے اس دنیا میں مقدس وجود کا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیعوں کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور ان کی صراط مستقیم پر گامزن رہنے میں مدد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا شعور اور علم نہیں ہوپاتا کہ ہماری رہنمائی مدد کرنے والا ہمارا محسن ہمارا امام ہے ۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس طرح سورج کے بادلوں یا کسی اور چیز میں چھپ جانے کے باوجود بھی ہم اس کے وجود سے مستفید ہوتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح پردہ غیبت کے ہوتے ہوئے بھی امام علیہ السلام کے مقدس وجود سے پوٹھنے والے فیوض اور برکات کی کرنیں ہم تک پہنچتی رہتی ہیں ۔

سوال: مامنا الا مقتول او مسموم یعنی ہم اہلبیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو مقتول یا مسموم نہ ہو یہ روایت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ تمام معصومین علیہم السلام قتل یا زہر کے ذریعے دنیا سے رخصت ہوں گے یعنی کوئی بھی طبعی طور پر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ روایت بھی اسی قاعدہ کے ضمن میں وارد ہوئی ہے کہ سعیدہ التمیمیہ نامی عورت امام مھدی علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرے گی جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ روایت جامع الاخبار میں وارد ہوئی ہے ؟

جواب: یہ روایت جس کی طرف آپ نےاشارہ کیا ہے سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے بلکہ خود کتاب جامع الاخبار کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آیا حقیقتاً یہ کتاب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے لکھی تھی یا ان کیطرف

منسوب کر دی گئی ہےاور باقی رہی وہ روایت کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام آئمہ علیھم السلام زہر یا تلوار کے ذریعے شہید ہوں گے بعض افراد کے نزدیک مورد اشکال ہے لیکن باوجود اس کے تاریخ اور وہ حوادث جن کا سامنا آئمہ علیھم السلام کو کرنا پڑا اس روایت کے مضمون کلام پر شاہد ہیں۔

سوال: کچھ ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کا نام مبارک لینا حرام ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر ان کا نام لیا جائے تو اس کی وجہ سے ظالموں کے ہاتھوں امام علیہ السلام کی گرفتاری یا ان کی شہادت کا ڈر ہے اب اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں :

1: ان روایات کی سند کی حوالے سے کیا حیثیت ہے؟

2: اگر روایات میں امام علیہ السلام کا نام لینے سے منع کرنے کی وجہ گرفتاری وغیرہ کا ڈر ہے تو کیا جب اس قسم کا کوئی ڈر، خوف یا خدشہ نہ ہو تو امام علیہ السلام کا نام لینا حرام نہیں ہوگا؟ یا کیا یہ نام لینے کاحکم تعبدی ہے کہ جس کا کسی زمانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے؟

3: ہم کس طرح یہ بات سمجھیں یا تسلیم کریں کہ آئمہ علیھم السلام نے ان کا نام نہ لینے کا حکم دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نام ہر ایک جانتا ہے حتی کہ ان کے دشمن بھی ان کے نام سے واقف ہیں پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مھدی علیہ السلام کی بشارت دی اور فرمایا اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی یعنی اس کا نام میرے نام پہ اور اس کی کنیت میری کنیت پہ ہوگی۔ پس ہر ایک کو ان کا نام معلوم ہونے کے باوجود ان کے نام کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جن روایات میں ولی اللہ الاعظم حضرت امام مھدی علیہ السلام کا نام نہ لینے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کثرت تعداد کی بنیاد پر ہم تواتر اجمالی یا تواتر معنوی کا آسانی سے دعوی کر سکتے ہیں اور یہی چیز ہمیں ہر ہر روایت کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے کیونکہ اس تواتر اور روایات کی کثرت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم دعوی کر سکتے ہیں کہ ان میں سے بعض روایات کی سند صحیح ہے پس جب یہ روایات متواترہ ہیں تو اس بات میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ امام علیہ السلام کا نام مبارک نہ لینے کا حکم ثابت ہے البتہ باقی رہا یہ کہ آیا یہ حکم کسی خاص علت یا وجہ کی بناء پر ہے یا دشمنوں کی طرف سے امام علیہ السلام کی تلاش ، گرفتاری یا شہادت وغیرہ کے خوف و خدشہ کے ساتھ یہ حکم مربوط و مقید ہے یعنی جب اس قسم کا خوف نہ ہوتو نام لینے کا حکم ختم ہو جائے گا پس ضروری نہیں کہ امام علیہ السلام کے نام کے ذکر کرنے سے یہ وجہ ہو خصوصا جب کہ اخبار میں صراحتا بیان کر دیا گیا ہے کہ ان کا نام وہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور امام علیہ السلام کی کنیت اور لقب تو چھوٹے بڑے، مومن کافر، دوست دشمن ہر ایک کے درمیان معروف ہے اور یوں بھی جب کوئی امام علیہ السلام کی تلاش میں نکلا ہوا ظالم ان سے ان کے نام کے بارے میں سوال کرے تو وہ اپنے اس مخصوص نام کے علاوہ اپنے بہت سارے اسماء میں سے کوئی ایک نام بھی بتا سکتے ہیں اور وہ اس طرز عمل کے ذریعے ظالموں سے محفوظ رہ سکتے ہیں پس جو شخص بھی امام علیہ السلام کا نام مبارک جانتا ہے اس کے لئے ان کا نام نہ لینے کا حکم تعبدی ہے لیکن امام علیہ السلام نے خود اپنے نام مبارک کو نام بتایا ہے اور ان کے علاوہ بہت سارے علماء نسب اور علماء تاریخ نے بھی اسے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے والد کی کنیت ابو محمد ہے۔ باقی رہی یہ بحث کہ امام علیہ السلام کے اسم مبارک کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے تو جب کہہ چکے ہیں کہ ان کا اسم مبارک نہ ذکر کرنے کے بارے میں حکم تعبدی ہے تو پھر یہ بحث کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا نام مبارک مخفی رکھنے کے بہت فوائد ہیں کہ جن میں ان کے نام مبارک کی ہیبت اور احترام میں اضافہ بھی شامل ہے یعنی جس طرح خود امام علیہ السلام غائب اور مخفی ہیں اسی طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے نام کو مخفی رکھیں تاکہ لوگ ان کی ذات کی طرح بلکہ ان کی ذات سے بھی پہلے ان کے نام مبارک کے شائق اور مشتاق رہیں اس کے علاوہ اس کے اور بھی فوائد کا فرض کرنا ممکن ہے۔

سوال: محقق قمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابلیس کو نیزہ مار کر قتل کریں گے اور بعض دوسری روایات اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کوفہ کے قریب ابلیس کو قتل کریں گے ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع کسطرح ہوگا؟

جواب: سب سے پہلے تو ان دونوں روایتوں کی سند کو دیکھنا ہوگا جو روایت بھی ضعیف ہو اسے رد کردیں اور دوسری کو معتبر سمجھیں گے پس اس طرح دونوں روایتوں میں موجود تعارض ختم ہو جائے گا اور اگر دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح ہوں تو ہم اس کی تاویل و تفسیر یوں کریں گے کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شیطان کو قتل کریں گے جیسے کوئی سلطان اپنی فوج کو کسی کام کا حکم دیتا ہے اور یہ کام سلطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسی معنی کی تفسیر اللہ تعالی کا یہ قول بھی کر رہا ہے و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اے رسول تم نے جس وقت ان کو پتھر مارا تو یہ پتھر تو نے نہیں مارا بلکہ خدا نے مارا۔

(سورہ انفال آیت ۱۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ، بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔(سورہ الفتح آیت ۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قبروں پر گنبدوں کی تعمیر

مولانا خادم حسین جعفری رحمہ اللہ

زمانہ قدیم سے انبیاء اور صالحین کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر کا رواج موجود ہے ہم اپنے محترم قارئین اور حق کے متلاشیوں کے لئے انمیں سے چند ایک کو دلیل اور شاہد کے طور پر پیش کرتے ہیں :

بیت المقدس کے ارد گرد موجود انبیاء علیہم السلام کی قبریں مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام ، حضرت ابراہیم علیہ السلام ، اور انکی اولا د حضرت اسحاق علیہ السلام ، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کہ جن کے جنازے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے بیت المقدس منتقل کیا تھا اور اسی طرح باقی تمام انبیاء کی قبریں گزشتہ قدیم زمانے سے تعمیر شدہ ہیں اور آج تک اپنی اسی حالت میں باقی ہیں اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی نہ تو انہیں منہدم کیا اور نہ ہی انہیں منہدم کرنے کا حکم دیا ۔

مخالفین کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں قبروں کی تعمیر صحابہ کے دور کے بعد کی گئی جب کہ ابن تیمیہ الحرانی کتاب "الصراط المستقیم "میں لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر کی گئی تعمیر صحابہ اور فسلطین کی فتح کے وقت موجود تھی ۔

پس اسی بات سے ہی مخالفین کے اس دعویٰ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجاتا ہے کہ ان قبو ر پر تعمیر صحابہ کے زمانے کے بعد ہوئی ۔

اسی طرح حضور ﷺ کو ان کے حکم کے مطابق تعمیر شدہ حجرہ میں دفن کیا گیا ۔ (ترمذی کتاب الذخائر)،ابن ماجہ اور امام مالک کتاب "الموطا کتاب الجنائز "میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جس جگہ وفات پائی اسی جگہ انہیں دفن کیا گیا۔

اگر قبور پہ تعمیر شرک ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ تعمیر دفن سے پہلے ہو یا دفن کے بعد ۔ اگر یہ شرک ہوتا تو ضروری تھا کہ حضور ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے حجرہ کو گرا دیا جاتا یا پھر آپ ﷺ کو کسی اور جگہ زیر آسمان دفن کیا جاتا ۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پہ صحابہ کے زمانے میں ہی کئی مرتبہ تعمیراتی کام ہوا ہے مثلاً حضرت عمر بن خطاب نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے حجرہ کی دیواریں بنوائیں ۔

اسی طرح حضرت عائشہ نے اپنے اور قبر کے حجرہ کے درمیان دیوار تعمیر کروائی ۔ حضرت عائشہ اکثر اس حجرہ میں نماز پڑھتیں اور وہیں رہتی تھیں کہ جس میں حضور ﷺ مدفون ہیں ۔

پھر اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر نے اسی حجرہ کی تعمیر کروائی ۔ پھر جب ایک دفعہ دیوار گر گئی تو عمر بن عبد العزیز نے اس کی تعمیر نو کروائی ۔ اس کے علاوہ خلیفہ ولید کے زمانے میں حجرہ کے ارد گرد باڑ بنوائی گئی اور بعض روایات میں ہے کہ پرانے گھر کو گرا کر نیا گھر بنایا گیا اور اس کے ارد گرد باڑ بنائی گئی اور یہ کام عمر بن عبد العزیز کی زیر نگرانی ہوا اور اسی طرح حجر رخام کے استعمال سے حجرہ کو مضبوط بنایا گیا۔

پھر عباسی خلیفہ متوکل کے زمانے میں حجرہ کی چھت کو دوبارہ بنایا گیا اور اسے مضبوط کیا گیا ۔ اس کے بعد مقتفیٰ عباسی کے زمانے میں اس کی تجدید کی گئی اور پھر اسی کے زمانہ میں میں ہی عمر بن عبد العزیز والی دیوار کے سرے پر صندل اور آبنوس کی لکڑی سے جالی یا کھڑکی بنائی گئی ۔ المستضئ کے زمانہ حکومت میں جب حجرہ کی دیوار گری تو اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی ۔

654ہجری میں حرم شریف جل گیا جس کے بعد آخری عباسی خلیفہ کے دور میں نئے سرے سے حجرہ کی تعمیر شروع ہوئی مختلف قسم کے آلات کے ذریعے تعمیر کا یہ کام منصور بیگ الصالحہ کے دور میں جاری رہا ، اس سلسلہ میں یمن

کے باشاہ المظفر نے تعمیراتی کاموں کے لئے لکڑی بھیجی ، اس کے بعد مصر کے حکمران منصور قلادون الصالحہ کے زمانے میں تعمیر کا کام مکمل ہوا اور قبر مبارک پہ پہلا نیلا گنبد تعمیر ہوا جسے احمد بن عبد القوی ناظر حوضی نے 678ہجری میں تعمیر کیا۔ پھر ملک لاشاہ حسن بن محمد بن قلادون کے زمانے میں اس کی تجدید کی گئی۔ اس کے بعد ملک الاشرف کے زمانے میں بھی 852ہجری کو بھی اس کی تجدید اور پرانے گنبد کے نیچے ایک داخلی گنبد تعمیر کیا۔ لیکن 886 ہجری میں حجرہ کو آگ لگ گئی اور حجرہ مبارک دوسری مرتبہ جل گیا تو حجرہ دوبارہ نئے سرے سے مکمل تعمیر کی گئی اور پرانے گنبد کی جگہ ایک بہت بڑا نیلا گند تعمیر کیا گیا اور یہ سارا تعمیراتی کام ملک اشرف قاتیائی کے دور میں ہوا۔ بنی عباس اور بنی عثمان کے خلفاء ہمیشہ حجرہ مبارک اور رسول خداﷺ کی قبر مبارک پہ موجود گنبد کی تعمیر کرتے رہے۔

اسی طرح صحابہ اور تابعین کے زمانے میں قبروں پہ تعمیرات کا کام ہوتا رہا ، صحابہ اور ان کے تابعین خود قبو ر کی تعمیر کرتے تھے اور اس طرح کے کئی واقعات کو سمہوری نے کتاب "وفاء الوفاء"میں ذکر کیا ہے جن سے پتا چلتا ہے کہ قبور پہ تعمیر کا کام صحابہ کے دور میں بھی موجود تھا۔

کتاب وفاء الوفاء میں مذکور ہے کہ عقیل نے جب اپنے گھر میں کنواں کھودا تو کھودائی کے دوران اسے ایک تختی نظر آئی اور اس پہ لکھا ہوا تھا کہ یہ ام حبیبہ کی قبر ہے تو عقیل نے فوراً اس جگہ کو بند کر دیا اور قبر کے اوپر ایک حجرہ تعمیر کیا۔

عباسی خلیفہ رشید نے حضرت علی علیہ السلام کی قبر پہ گنبد تعمیر کروایا اور یہ واقعہ "عمدۃ الطالب "میں مذکور ہے اور اس کے بعد آج تک بہت سے لوگوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی قبر مبارک پہ تعمیراتی کام کیا۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب "تاریخ بغداد"میں لکھتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام مقبرہ شونیز یہ میں گنبد کے باہر دفن ہوئے اور انکی قبر پہ ایک عظیم مزار ہے اور لوگوں کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

خطیب بغدادی کی پیدائش تقریبا ۲۹۲ہجری میں ہوئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گنبد ان سے بھی بہت پہلے یہاں موجود تھا۔ پس اگر قبروں پہ مزار اور گنبد تعمیر کرنا کفر و شرک ہوتا تو صحابہ اور ان کے تابعین اس گنبد کو ضرور گراتے بلکہ تعمیر ہی نہ کرتے۔

اسی طرح مؤرخین اور تاریخ دان لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی بن حسین علیہما السلام ، حضرت امام باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس گنبد کے نیچے جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عباس کی قبور تھیں لیکن افسوس ! مخالفین کے ہاتھوں سے یہ مزار اور گنبد محفوظ نہ رہا اور انہوں نے اسے گرا دیا۔ (کتاب رحلۃ ابن بطوطۃ۔ ج ۱ ص ۷۲ ناشر مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر۔ سن ۱۹۵۸ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اخلاق حسنہ

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ

ترجمہ : اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے، آپ (بدی کو) بہترین نیکی سے دفع کریں تو آپ دیکھ لیں گے کہ آپ کے ساتھ جس کی عداوت تھی وہ گویا نہایت قریبی دوست بن گیا ہے۔(سورہ فصلت آیت ۳۴)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی زندگی میں بہت سارے واقعات ملتے ہیں کہ ان ہستیوں نے برائی بہترین نیکی سے دفع کیا۔

روایت میں ہے کہ :

حاجیوں میں سے ایک شخص مدینہ میں سوگیا اور جب بیدار ہوا تو اس نے یہ گمان کیا کہ کسی نے اس کی تھیلی چرا لی ہے، اس تھیلی کی تلاش میں دوڑا، حضرت امام صادق علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور وہ امام علیہ السلام کو نہیں پہچانتا تھا، چنانچہ وہ امام علیہ السلام سے الجھ گیا اور کہنے لگا: میری تھیلی تو نے اٹھائی ہے! امام علیہ السلام نے فرمایاکہ: اس میں کیا تھا؟ اس نے کہا: ایک ہزار دینار، امام علیہ السلام اس کو اپنے گھر لے کر آئے اور اس کو ہزار دینار عطا کئے۔

لیکن جب وہ شخص اپنی جگہ پلٹ کر آیا تو اس کی تھیلی اس کو مل گئی، شرمندہ ہوکر ہزار دینار کے ساتھ امام علیہ السلام کا مال واپس کرنے کے لئے آیا، لیکن امام علیہ السلام نے وہ مال لینے سے انکار کردیا اور فرمایا:(شيء خرج من يدي فلا يعود إلي) جو چیز ھم دیدیا کرتے ہیں اُسے واپس نہیں لیتے، اس نے سوال کیاکہ: یہ شخص ایسے کرم و احسان والا کون ہے؟ تو اس کو بتایا گیاکہ یہ جعفر صادق علیہ السلام ہیں، اس نے کہا: یہ کرامت ایسے ہی شخص کے لئے سزاوار ہے۔ (شرح احقاق الحق ج ۲۸ ص ۴۸۰)

اسی طرح امام علیہ السلام دوسروں کی غلطیوں اور خطاؤں کو معاف کر دیتے تھے۔

یہ چند روایات تھیں اور اسی طرح بہت سارے روایات ہیں جوکہ امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کو بیان کرتی ہیں ۔

امام علیہ السلام کا یہ اخلاق حسنہ تمام انسانیت کے لیے خصوصاً امام علیہ السلام کے چاہنے والوں کے لیے ایک درس ، سبق اور نصیحت ہے۔ اور معاشرہ تب تک اعلیٰ کردار کا مالک نہیں بن سکتا جب تک ان عظیم ہستیوں کے اخلاق حسنہ کو نہ اپنایا جائے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اخلاق حسنہ

مولانا شہباز حسین مہرانی

دین اسلام میں انسانوں کی تعلیم اور تربیت کے لیے فقہ اور عقائد کے ساتھ ساتھ اخلاق کو خاص اہمیت دی گئی ہے ۔

جب ہم انبیاء ،آئمہ معصومین (علیہم السلام) ، اولیاء،اوصیاء اور صالحین کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس نظر آتی ہے کہ یہ بزرگ ہستیاں اخلاق حسنہ کی زندہ و جاوید تصاویر ہیں اور اگر اخلاق حسنہ کسی شکل و صورت میں نظر آتا تو انہی ہستیوں کی صورت میں نظر آتا ۔

ان اوصیاء ، صالحین اور آئمہ معصومین (علیہم السلام) میں سے ایک ہستی امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہیں جو اپنے زمانے میں مدینۃ العلم اور باب مدینۃ العلم اورباقی آباء اطہار علیہم السلام کے اخلاق حسنہ سے مزین اور آراستہ تھے ، یہی وجہ اور سبب ہے کہ اس زمانے میں علم کے طلبگار ، متقی ، پرہیزگار ، فلسفی اسی در پر زانو تلمذی تہہ کرتے تھے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اخلاق حسنہ اور صفات جمیلہ کے مالک تھے ، قول اور فعل میں صادق تھے اسی وجہ سے دشمن بھی تعریف کرتے ہوئے نظر آتا ہے ،آپؑ کا دشمن منصور دوانیقی ان الفاظ میں امام علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتا ہے کہ:

وکان ممّن اصطفی اللہ ، وکان من السابقین بالخیرات ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا تھا اور آپ علیہ السلام نیکی انجام دینے میں سب پر سبقت لے جاتے تھے ۔ (تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۱۸۳)۔

اور اسی طرح مالک ابن انس کہتاہے کہ :

زہد ، فضیلت ، عبادت اور پرہیزگاری میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے افضل میری آنکھ نے نہیں دیکھا ۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۳۷۲)۔

ہم اس مقالے میں روایات کی روشنی میں امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے ۔

امام علیہ السلام کا اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ اخلاق :

امام علیہ السلام اپنے غلاموں اور خادموں پر بہت مہربان اور شفیق تھے اور ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے اگرچہ ان سے کوئی غلطی یا خطا سرزرد بھی ہوجائے۔

حفص بن ابی عائشہ سے روایت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ:

حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے غلام کو کسی کام کے لئے بھیجا، اس نے آنے میں دیر کی، جب امام علیہ السلام نے اس کی تاخیر کو دیکھا تو اس کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے، (ایک جگہ) دیکھا تو وہ سویا ہوا تھا، اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کو ہوا لگانے میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ وہ نیند سے بیدار ہوا، امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

يَا فُلَانُ، وَاللهِ مَا ذَاکَ لَکَ تَنَامُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، لَکَ اللَّيْلُ، وَلَنَا مِنْکَ النَّهَارُ

اے فلاں! اس وقت تیرے لئے سونا صحیح نہیں ہے، تو رات میں بھی سوتا ہے اور دن میں بھی؟ رات میں آرام کرو، اور دن میں ہمارے کاموں کو انجام دو۔

اور اسی طرح یہ واقعہ کہ جس میں امام علیہ السلام اپنی کنیز پر بے نظیر مہربانی کرتے ہیں جس کی مثال کائنات میں ملنا مشکل ہے :

سفیان ثوری حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کے چہرے کا رنگ متغیر ہے، آپ سے اس کی وجہ معلوم کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ہمیشہ منع کرتا رہتا ہوں کہ اھل خانہ گھر کی چھت پر نہ جائیں، لیکن جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ میری کنیزوں میں سے ایک کنیز جو بچہ کی دیکھ بھال اور تربیت کی ذمہ دار تھی زینہ سے چھت کی طرف جا رہی ہے اور بچہ اس کی گود میں ہے، جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا وہ فوراً کانپ اٹھی اور پریشان ہوگئی، چنانچہ اس کے ہاتھوں سے بچہ گرگیا اور زمین پر گر کر مرگیا، البتہ میرے چہرے کا رنگ اڑنا بچہ کی موت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کنیز کی وجہ سے ہے جو ڈری ہوئی ہے، جبکہ امام علیہ السلام اس سے دو مرتبہ فرما چکے تھے کہ (انت حرۃ لوجہ اللہ لا بأس علیک) تو راہ خدا میں آزاد ہے، تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔! (مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۳۹۵)

ایسا عظیم و بلند و اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ صرف ہمیں آل محمد کے گھرانے میں ملتا ہے جس کی نظیر لانا کائنات میں محال ہے ۔

یہ واقعہ پوری انسانیت کے لیے ایک سبق اور درس ہے کہ جب بھی اپنے ماتحت سے کوئی خطا سرزرد ہوجائے تو انہیں معاف کر دینا چاہیے یہ اخلاق انبیاء اور اوصیاء میں سے ہے ۔

امام علیہ السلام کا فقراء اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک :

آئمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے کے لیے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آل محمد علیہم السلام صدقہ کے ذریعے فقراء اور مسکینوں کے دکھ اور غم کو کم کرتے تھے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے ، آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے ایک ہستی امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اس اخلاق حسنہ کے مالک تھے : ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد سے فرمایا کہ :آپ کے پاس نان و نفقہ کے لیے کتنے پیسے پڑے ہیں ؟ بیٹے نے کہا کہ : چالیس دینار ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ : (اخرج و تصدق بہا) جاؤ اور یہ دینار صدقہ دے دو ۔ بیٹے نے کہا کہ : ان دیناروں کے علاوہ اور دینار ہمارے پاس نہیں ہیں ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا : تم یہ دینار صدقہ دے دو اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور دے گا (اور امام علیہ السلام نے فرمایا : **أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مِفْتَاحاً وَ مِفْتَاحَ الرِّزْقِ الصَّدَقَةُ** اور تم یہ جان لو کہ بتحقیق ہر ایک چیز کے لیے چابی ہے اور رزق کی چابی صدقہ ہے ۔

اے بیٹے تم صدقہ دے دو ۔ اور امام علیہ السلام کے بیٹے نے وہ رقم صدقہ میں دے دے ۔ ابھی دس دن گزرے کہ امام علیہ السلام کے پاس چار ہزار دینار آ گئے تو امام علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا : **يَا بُنَيَّ أَعْطَيْنَا لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ دِينَاراً فَأَعْطَانَا اللهُ أَرْبَعَةَ آلَافِ دِينَارٍ**۔ اے میرے بیٹے ہم نے اللہ کے لیے چالیس دینار دیئے پس اللہ نے ہمیں چار ہزار دینار عطا فرمائے ۔ (بحار الانوار ج ۷۴ ص ۳۸)

پوشیدہ صدقہ دینا

اور اسی طرح امام علیہ السلام کا اپنے آباء و اجداد کی طرح یہ سیرت تھی کہ آپ علیہ السلام پوشیدہ صدقہ دیتے تھے اور رات کے وقت فقراء اور مساکین کو طعام وغیرہ دیتے تھے ۔

روایت میں ملتا ہے کہ :

معلّیٰ بن خُنَیس کہتے ہیں: حضرت امام صادق علیہ السلام ایک شب کہ جس میں ہلکی ہلکی بارش ہو رھی تھی بنی ساعدہ کے سائبان میں جانے کے لئے بیت الشرف سے باہر نکلے، میں آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا، اچانک آپ کے ہاتھ سے کوئی چیز گری، بِسْمِ اللہِ کہنے کے بعد آپ نے فرمایا:

(**اللَّهُمَّ رُدَّ عَلَيْنَا**) خداوندا! اس کو ہماری طرف پلٹا دے، میں آگے بڑھا اور آپ کو سلام کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا:

معلّیٰ! میں نے عرض کی: جی حضور، میں آپ پر قربان، فرمایا:تم بھی اس چیز کو تلاش کرو کہ اگر مل جائے تو مجھے دیدو۔

اچانک میں نے دیکھا کہ کچھ روٹیاں ہیں جو زمین پر بکھری ہوئی ہیں، میں نے انہیں اٹھایا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، اس وقت میں نے امام علیہ السلام کے ہاتھوں میں روٹی کا بھرا ہوا ایک تھیلا دیکھا، میں نے کہا: لائیے مجھے دیدیجئے میں اسے لے کر چلتا ہوں، امام علیہ السلام نے فرمایا :

«**لاَ، أَنَا أَوْلي بِهِ مِنْکَ، وَ لٰكِنِ امْضِ مَعِي**»۔

نہیں، میں اس کو لے جانے کا زیادہ مستحق ہوں، لیکن میرے ساتھ چلو۔

چنانچہ بنی ساعدہ کے سایبان پر پہنچے، یہاں چند لوگوں کو دیکھا جو سوئے ہوئے تھے، امام علیہ السلام نے ہر ایک شخص کے لباس کے نیچے ایک یا دو روٹیاں رکھیں اور جب سب تک روٹیاں پہونچ گئیں تو آپ علیہ السلام واپس پلٹ آئے، میں نے عرض کیا : میں آپ پر قربان! کیا یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں؟امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ حق کو پہنچانتے ہوتے تو بے شک نمک کے ذریعہ (بھی) ان کی مدد کرتا۔ (اصول الکافی ج ۴ ص ۸)

یقیناً اس واقعہ میں بابصیرت لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ۔

امام علیہ السلام کا اخلاق ان لوگوں کے ساتھ جو امام علیہ السلام کو اذیت پہنچاتے تھے ۔

: ارشاد رب العزت ہے کہ :

باقی صفحہ : ۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سید عبد العظیم حسنی علیہ السلام

مولانا منتظر مہدی نجفی

نام : عبدالعظیم

والد ماجد کا نام : عبداللہ بن علی لقب:الحسنی

سلسلہ نسب:آپ کا سلسلہ نسب الشیخ النجاشی نے اسطرح لکھا ہے:

عبد العظيم بن عبد الله بن علي بن الحسن بن زيد بن الحسن بن علي بن أبي طالب علیہم السلام ۔

یعنی آپ کا نسب امام الحسن المجتبی علیہ السلام کے ساتھ چار واسطوں سے جا کے ملتا ہے ۔

جناب سید عبدالعظیم الحسنی کی ولادت ۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۳ قمری ہجری، شہر مدینہ منورہ میں ہوئی ۔

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کا شمار اپنے زمانے میں بزرگان شیعہ اور عظیم المرتبہ محدث اور راویوں میں سے ہوتا ہے۔آپ کو یہ شرف حاصل ھے کہ آپ نے تین اماموں کے زمانے کو درک کیا ھے ،امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام ،امام جواد علیہ السلام اور امام الھادی علیہ السلام ۔

آپ کا مقام و منزلت بہ زبان آئمہ معصومین علیہم السلام

آپ ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور آئمہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو آئمہ علیہم السلام سے خاصہ قرب حاصل تھا اور امام معصوم آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ،جب بھی آپ کو بلانا مقصود ہوتا تھا تو آپ کو ابوالقاسم کی کنیت سے بلاتے تھے اور یہ عرب معاشرے میں احترام شمار ھوتا ہے ۔

کتاب جنت النعیم کے مولف لکھتے ہیں کہ:

ابوحماد الرازی کے نام سے ایک شخص جو کہ ایران کے شہر الری کا رہنے والا تھا وہ اپنے شہر ری سے امام علی النقی علیہ السلام کی زیارت کے لیے سامرا روانہ ہوا اس وقت حالات ایسے تھے کہ امام سے ملنا بہت مشکل ہوا کرتا تھا مگر ان حالات کے باوجود ابا حماد امام ع کی خدمت میں پہنچے ،زیارت امام ع سے شرفیاب ہوئے اور کہنے لگے :

فسألته عن أشياء من الحلال و الحرام فأجابني فيها فلما ودعته قال لي

میں نے آپ علیہ السلام سے کچھ مسائل اور سوالات جو حلال و حرام کے بارے میں تھے، پوچھے ،امام علیہ السلام نے ان سوالات کے جوابات دیے۔ اور جب میں رخصت ہونے لگا توآپ علیہ السلام نے فرمایا:

يا حماد إذا أشكل عليك شيء من أمر دينك بناحيتك فسل عنه عبد العظيم بن عبد الله الحسني و أقرئه مني السلام ۔

اے ابا حماد دین کے مسئلے میں اگر آپکو کوئی بھی مشکل پیش آئے اور کسی مسئلے کا جواب آپ کے لیے مشکل ہوجائے تو عبد العظیم کی طرف رجوع کیا کرو اور اس سے دریافت کرلیا کرو اور عبدالعظیم کو میرے سلام دو ۔

شیخ صدوق اپنی کتاب کمال الدین میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالعظیم الحسنی نے امام ھادی علیہ السلام کی خدمت میں اپنا عقیدہ بیان کیا،جس میں سید حسنی نے توحید ،نبوت اور امامت قیامت ۔۔۔۔۔وغیرہ کاذکر کیا،اورآئمہ علیہم السلام کے جب نام لینا شروع کیے تو ۱۰ اماموں کے نام لیے جو کہ امام ھادی علیہ السلام تک بنتے ہیں تو امام علیہ السلام نے دو امام،امام حسن عسکری اورامام زمانہ عج کو بیان فرمایا اور امام ھادی علیہ السلام نے آخر میں فرمایا کہ:

آپ ہمارے حقیقی دوستوں میں سے ہیں ۔

ہجرت کی وجہ :

سید عبدالعظیم الحسنی کے مدینہ منورہ سے ہجرت کا سبب علماء نے لکھا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے:

عبدالعظیم الحسنی اپنے زمانے کے امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور امام سے فیضیاب ہوتے تھے اسطرح امام رضا علیہ السلام اور امام جواد علیہ السلام کے محضر میں آئے ،جب امام ھادی علیہ السلام کا زمانہ آیا تو آپ علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تھے یہاں تک کہ جب امام ھادی علیہ السلام کو سامرا بلایا گیا اور حکومت کے محافظوں کی نگہبانی میں رکھا گیا۔

واضح رہے کہ متوکل عباسی کا زمانہ شیعان اہل بیت علیہم السلام کے لیے بالخصوص سادات کرام کے لیے سخت ترین زمانہ تھا، حکومت نے یہ اعلان کردیا کہ کسی بھی شیعہ کی مدد نہ کی جائے ،ان کی گواہی قبول نہیں ،حکومت میں ان کے لیے کوئی بھی عہدہ نہیں۔ سختی کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سید الشھداء امام حسین علیہ السلام کی قبر کو مسمار کر دیا گیا اور قبر پہ پانی چھوڑنے کی کوشش کی گئی۔ان باتوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا مشکل زمانہ تھا کہ جب سادات کرام مدینہ کو چھوڑ کر دوسرے ممالک چلے گئے تھے یہ وہ زمانہ تھا۔

امام ھادی علیہ السلام کو جب سامرا بلایا جاچکا تو سید عبدالعظیم الحسنی بھی امام علیہ السلام کے دیدار کے لیے سامرا جاتے تھے اور جب یہ خبر حکومت کے کارندوں کو ہوئی تو سید عبدالعظیم الحسنی کی گرفتاری کا حکم جاری کیا تب سید عبدالعظیم الحسنی حکومت سے بچنے کے لیے بھیس بدل کر مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے ایران کے شہر الری پہنچے ۔

البتہ جنۃ النعیم میں ان کی ہجرت سبب یوں بھی نقل کیا ہے کہ:

آپ نے مدینہ کو اس وجہ سے چھوڑا تاکہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو خراسان جائیں، مگر شہرالری میں اس وجہ سے رہے تاکہ حمزہ بن موسی بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کریں کہ جس کا ذکر آگے آئے گا ۔

سید عبدالعظیم الحسنی ایک مسافر اور ناشناس شخص کی طرح الری میں داخل ہوئے اور محلّہ ساربان میں ایک شیعہ کے گھرسرداب (بیسمنٹ) میں رہنے لگے اور آپ سرداب سے بہت کم باہر نکلتے تھے دن کو روزہ اور رات نماز میں گزارتے تھے،جب نکلتے تھے تو ایک قبر (جو کہ ابھی آپ کی قبر کے مقابل میں ہے درمیان میں راستہ ہے) کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور یہ قبر جناب حمزہ بن موسی الکاظم بن جعفر علیہما السلام کی تھی ۔

اور ان کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم تھا،اور پھر آہستہ آہستہ جب شیعوں کو پتا چلا تو کثیر تعداد میں لوگ آنے لگے اور آپ سے استفادہ کرنے لگے ۔

وفات :

سید عبد العظیم آخری ایام میں سخت بیمار ہوگئے اور ۱۵ شوال ۲۵۲ھ میں اپنے خالق سے جا ملے ۔اور اھل ری نے آپ کو عزت اور احترام کے ساتھ سیب کے درخت کے مقام پر دفن کیا ۔

قبر اور زیارت کا ثواب :

عمدۃ الطالب میں منقول ہے اور شیخ نجاشی نے بھی لکھا ہے کہ :

(اہل ری) میں سے ایک شخص نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے :

کل ایک شخص میری اولاد میں سے ادھر لایا جائے گا اور اسے اس سیب کے درخت جو کہ عبدالجبار بن عبدالوھاب کے باغ میں ہے اور دفن کی جگہ کی طرف اشارہ کیا میں دفن کیا جائے گا۔

یہ شخص آتے ہیں اور باغ والے سے جب اس کے خریدنے کی بات کرتے ہیں تو وہ وجہ معلوم کرتے ہیں اور بتانے پر باغ والا کہتے ہیں کہ اسطرح کا خواب میں نے بھی دیکھا ہے اور پھر وہ جگہ اور باغ اہل شرف کے دفن کے لیے وقف کردیا ۔اور سید عبدالعظیم کو وہاں دفن کیا گیا ۔

آپ کی زیارت کا ثواب :

شیخ صدوق ثواب الاعمال میں لکھتے ہیں کہ :

امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ری شہر کا ایک شخص حاضر تھا تو امام علیہ السلام نے اس پوچھا کہ کہاں گئے تھے ؟ اس نے جواب دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو گیا تھا ،امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ نے ری میں عبدالعظیم کی زیارت کی ہوتی تو اسطرح تھا کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی ہوتی ۔

مصادر

1۔رجال النجاشي
2۔ عمدة المطالب
3۔جنة النعيم
4۔الذريعه
5۔امالي لشيخ صدوق
6۔المعجم الرجال
7۔عبدالعظيم الحسني حياته ومسنده
8۔ثواب الاعمال و العقابه

اپنے گھر والوں کے لئے کمانا

مولانا محمد تقی ہاشمی

آل محمد علیہم السلام کے فضائل کی معرفت حاصل کرنا عام بشر کے بس کی بات نہیں ہے اور کسی کے آل محمدؐ کے فضائل کا انکار کرنے سے یا اقرار کرنے سے آل محمدؐ کی فضیلت میں کسی قسم کی نہ کمی پیدا ہوتی اور نہ زیادتی لہٰذا اہم بات یہ ہے کہ جو آل محمدؐ نے کردار پیش کیا، ہم اس کردار کا مطالعہ کریں اور اپنی زندگی میں اس کردار کو اپنانے کی کوشش کریں۔

صادق آل محمد، امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی بہت سارے اخلاق واقعات اور سیرت سے بھری پڑی ہے، اس مختصر مضمون اپنے اہل و عیال کے لئے کمانا اور پھر لوگوں پر خرچ کرنے کے اعتبار سے امام علیہ السلام کی سیرت پاک کیا رہی ہے پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

اپنے اور اپنے عیال کے لئے کمانا :

دین اسلام میں محنت و مشقت کرنا اور اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے حلال طریقے سے روزی کمانا دنیا داری نہیں ہے بلکہ دینداری ہے اور باعث ثواب ہے اور اسی وجہ سے امام صادق علیہ السلام سخت محنت کرکے کمانے کو بہت پسند فرماتے تھے، اصول کافی میں اس سلسلے میں کچھ روایات موجود ہیں جن میں سے ایک روایت کو ہم ذکر کرتے ہیں اور اس پر غور و فکر کرتے ہیں:

قَالَ حَدَّثَنِي جَمِيلُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع وَ بِيَدِهِ مِسْحَاةٌ وَ عَلَيْهِ إِزَارٌ غَلِيظٌ يَعْمَلُ فِي حَائِطٍ لَهُ وَ الْعَرَقُ يَتَصَابُّ عَنْ ظَهْرِهِ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَعْطِنِي أَكْفِكَ فَقَالَ لِي إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَتَأَذَّى الرَّجُلُ بِحَرِّ الشَّمْسِ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ. (الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج۵ ؛ ص۷۶)

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جمیل بن صالح نے ابو عمرو الشیبانی سے نقل کیا، وہ کہتا ہے :

میں نے امام صادق علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں بیلچہ تھا اور سخت چادر سے کمر بستہ کئے ہوئے تھے اور اپنے باغ میں کام کر رہے تے اور ان کی کمر سے پسینہ بہہ رہا تھا، تو میں نے کہا : مولا میں قربان جاؤں، یہ کام مجھے دے دیجیے میں کر لیتا ہوں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ ایک مرد اپنی معیشت کمانے کے لئے سورج کی گرمی میں تکلیف اٹھائے۔

قارئین محترم! یہ حدیث اپنے اندر بہت سارے پیغام رکھتی ہے کہ جن میں سے دو اہم پیغام یہ ہیں:

ا: اپنا کام کسی کے حوالے نہ کرنا:

اگر کسی سلسلہ میں کسی کو کام کاج کرنا پڑ جائے تو اگر کوئی ان سے کہہ دے صاحب آپ رہنے دیں ہم کر دیتے ہیں تو وہ ان کے حوالے کام کر دیتے ہیں، لیکن بہت ہی توجہ کا مقام ہے کہ امام علیہ السلام اپنا کام دوسرے کو نہیں دیتے باوجود اس کے کہ دوسرا اصرار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، لیکن پھر بھی امام علیہ السلام اپنا کام خود کرتے ہیں اور اس کے کہنے کے باوجود اپنا کام اس کے سپرد نہیں فرماتے۔

پس زندگی میں کسی موڑ پر جب ہم اپنا کام کر رہے ہوں اور کوئی کہہ دے کہ جناب عالی رہنے دیں ہم کر دیتے ہیں تو ہمیں امام صادق علیہ السلام کی

سیرت پاک کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب امام صادق علیہ السلام جیسی عزت و فضیلت کی مالک ہستی اپنا کام کسی کو سپرد نہیں کرتی اور خود انجام دینا پسند کرتی ہے تو ہم بھی اسی سیرت پر عمل کرتے ہوئے خود اپنے کام کو انجام دیں اور کسی کے کہنے پر بھی اس کے حوالے نہ کریں۔

۲: معیشت کے طلب کرنے میں اذیت کو برداشت کرنا

عمومی طور پر ہم چھوٹا موٹا اور آسان سا کام انتخاب کرتے ہیں جس سے نہ سورج کی گرمی میں نکلنا پڑے اور نہ ہی جسم سے پسینہ آئے لیکن امام علیہ السلام اس سوچ کو مکمل غلط ثابت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اگر تم صادق آل محمدؑ کی پسند کو جاننا چاہتے ہو تو یاد رکھو صادق آل محمدؑ کو یہ بات پسند ہے کہ روزی کمانے کی خاطر انسان سورج کی گرمی کو برداشت کرے۔

پس یہاں پر ایک بہت بڑا درس ہے کہ اگر کسی کو اپنی روزی کمانے کے لئے اچھی جاب نہیں ملتی اور اسے محنت و مشقت اور سورج کی گرمی میں کام کرنا پڑتا ہے تو وہ کبھی شکوہ نہ کرے اور نہ ہی پریشان ہو بلکہ وہ اس پر بات پر خوش ہو جائے کہ اسے روزی کمانے کے لئے ایسا کام کرنا پڑ رہا ہے کہ جسے صادق آل محمدؑ بہت پسند فرماتے تھے اور یہ بات واضح ہے کہ معصوم کسی کام کو اس وقت تک پسند نہیں فرماتے جب تک وہ کام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہ ہو اور اس کا اجرو ثواب بہت زیادہ نہ ہو۔

دوسروں سے بے نیاز ہونے کے لئے کمانا:

گزشتہ حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ روزی کمانے کے لئے اذیت براشت کرنا ، سورج کی گرمی سہنا صادق آل محمدؑ کو بہت پسند ہے اور جو کام صادق آل محمدؑ کو پسند ہے یقیناً وہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی بہت پسند ہے اور اس کی فضیلت و ثواب بہت زیادہ ہے لیکن یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کتنا کمائے؟

تو اس سوال کا جواب بھی ہمیں سیرت صادق آل محمدؑ میں مل جاتا ہے کہ انسان اپنے لئے اتنا کمائے تاکہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائے اور اسے کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

اصول کافی کی حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى مَوْلَى آلِ سَامٍ قَالَ: اسْتَقْبَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ شَدِيدِ الْحَرِّ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ حَالُكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ قَرَابَتُكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ أَنْتَ تُجْهِدُ لِنَفْسِكَ فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ فَقَالَ يَا عَبْدَ الْأَعْلَى خَرَجْتُ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ لِأَسْتَغْنِيَ عَنْ مِثْلِكَ.(الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج‏۵ ؛ ص۷۴)

عبد الاعلیٰ کہتا ہے کہ شہر کے بعض رستوں میں میں نے شدید گرمی میں امام صادق علیہ السلام کو مشقت کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا:

آپ پر قربان جاؤں ، اللہ کے نزدیک آپ کا مقام ہے اور رسول اللہ ﷺ کے آپ قریبی ہیں ، اس کے باوجود آج کے دن کی شدید گرمی میں آپؑ محنت و مشقت کر رہے ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:

اے عبد الاعلیٰ میں رزق کمانے کے لئے نکلا ہوں تاکہ تم جیسے لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤں۔

قارئین محترم ! یہ حدیث بھی اپنے اندر بہت زیادہ پیغام رکھتی ہے ، کہ جن میں سے دو اہم پیغام یہ ہیں:

۱: انسان کا جتنا بھی مرتبہ ہو اسے مشقت و محنت کرنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے:

کہنے والا واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ آپ کا تو بہت بڑا مقام ہے ، پھر بھی یہ مشقت؟

یعنی امام علیہ السلام اپنی سیرت پاک سے یہ واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ اپنی عزت و فضیلت کے باوجود مشقت و محنت سے رزق کمانا اللہ کے محبوب بندوں کو بہت ہی محبوب ہے ، پس یہ دنیا والوں کی سوچ ہوگی کہ عزت و مقام اور شخصیت بڑی ہو گئی ہے تو وہ کام کاج اور محنت و مشقت سے گھبراتے ہیں لیکن ہمارے امام اتنے بڑے فضائل و کمالات کے باوجود محنت و مشقت کو پسند فرماتے ہیں ، اب سیرت امام واضح ہے اور ہمیں خود دیکھنا ہے کہ ہماری سوچ اور ہمارا رواج کہاں جارہا ہے اور امام کی سوچ اور سیرت کہاں جا رہی ہے۔!!

۲: اتنا کماؤ کہ لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے

یہ پیغام تو امام علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ میری اس مشقت کے پیچھے ایک راز یہ بھی ہے کہ مجھے لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے ، پس چھٹے امام علیہ السلام کے اس جواب سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کو روزی کمانے میں شدید مشقت کرنی چاہئے تاکہ وہ لوگوں سے سوال کرنے سے بے نیاز ہو جائے۔

لوگوں کے لئے خرچ کرنا:

گزشتہ احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اتنا کماؤ کہ لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ ، لیکن زیادہ کمانے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنے پیسے کو کہاں خرچ کرے ؟

سیرت معصومین علیہم السلام اور خصوصاً امام جعفر صادق علیہ السلام کی سیرت سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ ہستیاں لوگوں کی مشکلات کو آسان کرنے کے لئے بھی کماتی تھیں ، اس سلسلہ میں جود و سخا کی شہرت کسی سے مخفی نہیں ہے ، لوگوں کی مشکلات کے لئے خرچ کرنا ، ان کی مشکلات کو ختم کرنا یقیناً سیرت معصومین علیہم السلام میں بہت ہی پسندیدہ عمل ہے لیکن سیرت امام صادق علیہ السلام سے ایک اور اہم اور انوکھی بات ظاہر ہوتی ہے کہ چھٹے امام علیہ السلام نے اپنے پیسے کی کچھ رقم لوگوں میں

صلح صفائی کی خاطر خاص کر رکھی تھی ، یعنی جب دو مؤمن آپس میں اختلاف کر بیٹھیں اور پیسوں کا جھگڑا ہو جائے تو امام علیہ السلام نے اپنی طرف سے پیسے مختص کر رکھے تھے کہ یہ پیسے ان پر خرچ کر کے ان میں صلح کرائی جائے ۔

اصول کافی کی حدیث ہے :

ابْنُ سِنَانٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ سَابِقِ الْحَاجِّ قَالَ: مَرَّ بِنَا الْمُفَضَّلُ وَ أَنَا وَ خَتَنِي نَتَشَاجَرُ فِي مِيرَاثٍ فَوَقَفَ عَلَيْنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَنَا تَعَالَوْا إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَتَيْنَاهُ فَأَصْلَحَ بَيْنَنَا بِأَرْبَعِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْنَا مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى إِذَا اسْتَوْثَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا مِنْ صَاحِبِهِ قَالَ أَمَا إِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ مَالِي وَ لَكِنْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع أَمَرَنِي إِذَا تَنَازَعَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِنَا فِي شَيْءٍ أَنْ أُصْلِحَ بَيْنَهُمَا وَ أَفْتَدِيَهَا مِنْ مَالِهِ فَهَذَا مِنْ مَالِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع. (الکافی (ط - الإسلامیة) ؛ ج ۲ ؛ ص ۲۰۹)

ترجمہ: حاجیوں کا سالار ابو حنیفہ (سعید بن بیان) کہتا ہے کہ میں اور میرا داماد میراث کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے کہ مفضل (امام صادق علیہ السلام کا صحابی) ہمارے پاس سے گزرا اور کچھ دیر کے لئے رک گیا ، پھر اس نے ہم سے کہا کہ گھر چلو اور ہم اس کے گھر چلے گئے تو اس نے چار سو درھم اپنی طرف سے ہمیں دے کر ہمارے درمیان صلح کرائی اور ہم ایک دوسرے پر راضی ہوگئے ، تو مفضل نے کہا کہ یہ پیسے میری طرف سے نہیں تھے امام صادق علیہ السلام نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب ہمارے دوست آپس میں جھگڑا کریں تو میں ان کے درمیان صلح کراؤں اور امام علیہ السلام کے پیسوں سے عطا کر کے معاملہ حل کر دوں، پس یہ پیسے امام صادق علیہ السلام کے مال سے ہیں۔

قارئین محترم! یہ بھی امام صادق علیہ السلام کی سیرت ہے کہ اپنے مختلف اصحاب کو اس غرض سے پیسے دے رکھے تھے تاکہ جب مؤمنین میں پیسوں پر کوئی اختلاف ہو جائے تو امام کی طرف سے پیسے دے کر معاملہ رفع دفع کر دیا جائے ۔

اور اس کا فلسفہ اسی بات سے واضح ہے کہ فرض کریں میرے سامنے کوئی لڑائی نہیں کرے گا، میرے سامنے لوگ چپ رہتے ہیں لیکن کسی اور کے سامنے ممکن ہے وہ لڑ پڑیں ، لہٰذا ممکن ہے اسی خاطر امام علیہ السلام نے مختلف لوگوں کو اسی صلح کے مقصد کی خاطر پیسے دے رکھے ہوں چونکہ ممکن ہے کسی بھی وقت کسی کے سامنے کسی کی لڑائی ہو جائے اور مشکل پیسوں کی ہو ۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے نام کے لئے خرچ نہیں کر رہے وگرنہ خود اس مقصد کی خاطر خرچ کرتے ، یہ تو اس صحابی نے آگاہ کر دیا کہ یہ پیسے امام علیہ السلام کے تھے اور یوں یہ سیرت بھی ہم تک پہنچ گئی ۔

دوسروں کے مالی حقوق میں ان کی مدد کرنا:

اصول کافی میں حدیث ہے :

كَانَ أَبِي ع يَبْعَثُ أُمِّي وَ أُمَّ فَرْوَةَ تَقْضِيَانِ حُقُوقَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

الکافی (ط - الإسلامیة) ؛ ج ۳ ؛ ص ۲۱۷

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :

ہمارے والد (امام جعفر صادقؑ) میری والدہ اور ام فروہ کو بھیجتے تھے تاکہ وہ شہر والوں کے مالی حقوق کو ادا کر کے آجائیں۔

حقوق کا مطلب قرضہ وغیرہ ہے کہ جو کسی کے ذمہ ہو اور وہ بندہ نہ دے سک رہا ہو۔

تو امام علیہ السلام کی یہ سیرت رہی ہے کہ لوگوں کے ادھار کو ادا کرنے کے لئے اپنا پیسہ خرچ کرتے تھے ۔

اصول کافی میں اس سلسلہ میں پورا باب باندھا گیا ہے کہ مومنین کے ضروریات اور معاشی مشکلات کو حل کرنے کا کتنا بڑا اجر ہے اور امام علیہ السلام اپنے اصحاب کو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو خلق کیا ہے کہ جو ہمارے شیعہ فقراء کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں، حدیث ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ خَلْقاً مِنْ خَلْقِهِ انْتَجَبَهُمْ لِقَضَاءِ حَوَائِجِ فُقَرَاءِ شِيعَتِنَا لِيُثِيبَهُمْ عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ فَكُنْ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوم کو پیدا فرمایا ہے جو ہمارے شیعہ فقراء کی حاجات کو پورا کرتے ہیں تاکہ اللہ انہیں ثواب کے طور پر جنت عطا فرمائے ، پس اگر ہو سکے تو تم بھی ایسی قوم میں شامل ہو جاؤ۔

مضمون کے اختصار کی وجہ سے بہت سارے امام علیہ السلام کے پیسوں کو نیک مقاصد پر خرچ کرنے کے واقعے کو چھوڑ رہے ہیں اور توجہ رہے کہ کتب میں لکھے گئے واقعات کے علاوہ نجانے امام علیہ السلام نے کتنے ہی لوگوں کی مدد اور کتنے ہی نیک مقاصد کی خاطر کیا ہوگا لیکن چونکہ مقصد فقط اللہ کی خاطر تھا لہٰذا بہت سارے واقعات مخفی ہونے کی وجہ سے کتب میں نہیں آسکے ۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں محمد و آل محمد علیہم السلام کی سیرت پڑھنے ، سمجھنے اور اس کو اپنانے کی توفیق مزید نصیب فرمائے ۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت حمزہ علیہ السلام

مولانا محمد علی غازی نجفی

سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ ابن عبد المطلبؑ تاریخ اسلام کے ان بارز ترین شخصیات میں سے شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اسلام اور بانی اسلام کی حفاظت کی خاطر اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا، جس طرح حضرت ابو طالبؑ کو محسن اسلام کہا جاتا ہے اسی طرح اگر جناب حمزہؑ کو بھی محسن اسلام، محسن رسول اللہ ﷺ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

جناب حضرت حمزہؑ ویسے رسول اللہ ﷺ کے سگے چچا جان ہیں، لیکن ایک اہم فضیلت اور ایک اہم رشتہ آپ ﷺ کے ساتھ رضاعی رشتہ ہے۔(اسد الغابۃ ج۱، ص۱۵)

تاریخ میں ملتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور جناب حمزہؑ دونوں نے حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا، اس طرح جناب حمزہؑ رسول اللہ ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں۔ (مدارج النبوۃ قسم دوم، باب اول، ج ۲، ص۱۹،۱۸۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی) شائد یہی عظیم رشتہ بھی موجب بنا کہ جناب حمزہؑ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی حضور اکرم ﷺ کی حفاظت و حمایت کے لئے تیار رہتے تھے اور آپؑ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے کفار قریش رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے باز رہتے تھے۔ جناب حمزہؑ نے مکہ مکرمہ کے نازک ترین ماحول میں جہاں ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے پیغمبر اسلام ﷺ کی حفاظت فرمائی اور ابوجہل جیسے صاحب ثروت لوگ جرات نہ کرسکے یہی وجہ تھی کہ جب جناب حمزہؑ قریش کے درمیان ہوتے تھے تو کسی کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے خلاف کچھ کہیں بلکہ جب جناب حمزہؑ کو دیکھتے تھے تو فوراً موضوع گفتگو تبدیل کر دیتے تھے۔

جناب حمزہؑ اگرچہ جناب رسول خدا ﷺ سے عمر کے لحاظ سے زیادہ بڑے نہیں تھے لیکن آپؑ کی ہیبت، شجاعت، تدبر امور کی وجہ سے جناب خدیجہ کبریٰ کا رشتہ مانگنے جناب ابوطالبؑ وغیرہ جیسی بڑی شخصیات کے ساتھ تشریف لے گئے۔ (سیرۃ النبی ج۱، ص۲۰۵)

جناب حمزہؑ کا اسلام قبول کرنا:

تاریخ اسلام میں اگرچہ کہیں نہیں ملتا کہ جناب ابو طالبؑ اور جناب حمزہؑ وغیرہ نے بت پرستی کی ہو لیکن ظاہراً قبولِ اسلام ے کے بارے میں واقعات نقل کئے گئے ہیں، اسی لئے ہم بھی جناب حمزہؑ کے بظاہراً قبولِ اسلام کے واقعہ کو نقل کر رہے ہیں:

جناب حمزہؑ شکار کے لئے جاتے تھے اور واپسی پر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جب اعلان نبوت کا چھٹا سال تھا اور آپ اپنے دستور کے مطابق شکار سے واپس آرہے تھے تو عبد اللہ بن جدعان کی کنیز نے جناب حمزہؑ کو روکا اور کہا:

آپ اس طرح شکار کرتے رہو، آج ابو جہل نے آپ کے بھتیجے محمد (ﷺ) کے خلاف کہا ہے کچھ علم ہے؟ اس کنیز نے ابو جہل کی گستاخی کو بیان کیا تو جناب حمزہؑ جلال میں آگئے اور خانہ کعبہ کا طواف کئے بغیر سیدھے قریش

کی محفل میں چلے گئے اور دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان بیٹھا گفتگو کر رہا ہے ۔ جناب ابو حمزہؑ نے کچھ کہے بغیر ابو جہل کے سر پر کمان کو اس زور سے دے مارا کہ اس کے سر سے خون بہنا شروع ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے محمد (ﷺ) کے لئے نازیبا کلمات کہتے ہو؟ تم سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بھی ان کے دین پر ہوں ، میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں ، اگر تم میں ہمت ہے تو وہی برتاؤ مجھ سے کرو جو میرے بھتیجے سے کرتے ہو ۔

تفسیر روح البیان میں سید آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی:

أَ فَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلامِ فَهُوَ عَلى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولئِكَ في ضَلالٍ مُبينٍ

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور جسے اپنے رب کی طرف سے روشنی ملی ہو (سخت دل والوں کی طرح ہو سکتا ہے؟)، پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل ذکر خدا سے سخت ہو جاتے ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔(الزمر ۲۲)

االبدایہ و النہایہ لابن کثیر میں ابن اسحاق سے راویت نقل ہوئی ہے کہ:

جب بعض نا عاقبت اندیشوں نے جناب حمزہؑ کے بارے میں کہا کہ تم نے اپنے آباء و اجداد کے دین کو ترک کر کے اچھا نہیں کیا ، تمھیں موت آنی چاہئے تھی ۔اس کے جواب میں حضرت حمزہؑ نے فرمایا:

پروردگار جو میں نے کیا ہے وہ اگر حق ہے تو میرے دل میں اس کی تصدیق کرا دے ۔

روایت ہے کہ ساری رات جناب حمزہؑ پریشان رہے جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور عرض کیا :

میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جس سے نکلنا مشکل ہو گیا ہے ، میں کیسے اس امر سے جان چھڑاؤں ، سمجھ نہیں آرہا، مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ یہ حق ہے یا مجھے خطرناک دھوکہ ہوا ہے ؟

رسول اللہ ﷺ نے جناب حمزہ کو چوما اور وعظ و نصیحت فرمائی اور جہنم کے عذاب سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری دی ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے جناب حمزہؑ کے دل کو اللہ نے ایمان کے نور سے منور فرما دیا ۔

اس وعظ و نصیحت کے بعد جناب حمزہؑ نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں آپ سچے ہیں ، سچ کی گواہی دیتا ہوں ، اے میرے بھائی کے بیٹے اپنے دین کو ظاہر کریں ، پس خدا کی قسم مجھے اس آسمان تلے کل کائنات سے بھی زیادہ محبت آپ ﷺ کے دین سے ہے ۔

پس ابن اسحاق کہتا ہے کہ جناب حمزہؑ کو اللہ نے دین اسلام کے ذریعے سے عزت بخشی ۔

مصنف کہتا ہے اسی طرح کی روایت بھیقی نے حاکم سے اور اس نے عاصم سے انہوں نے احمد بن عبد الجبار سے انہوں نے یونس بن بکیر سے نقل کی ہے ۔ (البدایۃ و النہایۃ ج۳ ، ص ۴۵ ، انہوں نے سیرۃ ابن ہشام اور دلائل البیھقی سے نقل کیا ہے)

جنگ بدر کے غازی :

غزوہ بدر تاریخ اسلام کی پہلی اور اہم جنگ تھی جو تاریخ کے مطابق ۱۷ رمضان المبارک سن ۲ ہجری بمقام بدر ، مشرکین قریش کے ساتھ لڑی گئی ، اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد کفار و مشرکین کے مقابلے میں کم تھی لیکن مسلمانوں کی جوانمردی اور استقامت اور خدا کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ، جب طرفین کے درمیان دو بدو لڑائی شروع ہوئی تو قبل اس کے کہ لشکر آپس میں لڑتے ابو جہل نے اپنے لشکریوں کے جذبات ابھارنے اور انہیں مشتعل کرنے کی غرض سے عامر حضرمی کو حکم دیا کہ سر مونڈ لیں اور سر پر مٹی ڈال کر اپنے بھائی عمر و حضرمی کے خون کا مطالبہ کرے ۔ (المغازی ج۱، ص ۶۶۱، واقدی)

تاریخ میں ملتا ہے کہ یہ عامر پہلا شخص تھا جس نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کیا ، لیکن مسلمانوں نے ثابت قدمی دکھائی اور اس حملے کو ناکام بنا دیا ، ادھر رسول اللہ ﷺ اس جنگ کو بغیر لڑائی اور خون ریزی کے ختم کرنے کے خواہاں تھے اور اس لئے قریش کو پیغام بھیجا کہ صلح کر کے واپس چلے جاؤ ، جب یہ پیغام کفار قریش نے سنا تو حکیم بن حزام جیسے بعض افراد نے منصفانہ قرار دیا اور واپسی کا مطالبہ کیا لیکن ابو جہل کا جنگی جنون اور تکبر آڑے آیا اور میدان جنگ میں کود پڑا ۔ (مسند احمد ابن حنبل ج۱، ص۱۲۶)

اسی جنگی جنون کی وجہ سے اتنا طعن و تشنیع ہوا کہ عتبہ جو کہ خود اس کا مخالف تھا مجبوراً اپنے بیٹوں کے ہمراہ میدان میں اترا اور جنگ کا آغاز کیا ، ادھر مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ نے عتبہ بن حارث کو ہلاک کیا اور علی علیہ السلام نے ولید کو واصل جہنم کیا اور عبیدہ نے علی علیہ السلام و حمزہؑ کی مدد سے شیبہ کو ہلاک کیا ۔

جب ابو جہل نے دیکھا کہ ان کے شجاع ترین افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور جنگ کی ابتداء میں ہی مسلمانوں کو فتح و نصرت ملی ہے ، برداشت نہیں کر سکا اور حکم دیا کہ سب مل کر حملہ کریں لیکن مسلمانوں کی شجاعت اور ثابت قدمی اور اللہ کی طرف سے غیبی امداد سے مسلمان مشرکین پر غالب آ گئے ۔تاریخ میں ملتا ہے کہ جب گھمسان کی لڑائی جاری تھی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر ریت اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اور ان پر نفرین کی اور یہی وجہ بنی کہ کفار میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور ان کی شکست و ناکامی یقینی ہو گئی ، قریش کا لشکر اپنا مال و اسباب چھوڑ کر میدان سے فرار کر گیا اور بعض اس شکست کی خبر لے کر مکہ کی طرف بھاگ گئے ۔(المغازی ج۱ ص ۱۴۵ سے)

جنگ بدر میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین کے ستر افراد ہلاک ہوئے اور ستر افراد قیدی بنے اور جب رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کی ہلاکت کی خبر سنی تو فرمایا : اے میرے ربّ تو نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا۔

اسی طرح جنگ بدر کا معرکہ مسلمانوں کی شاندار فتح کے ساتھ انجام کو پہنچا اور اس میں حضرت حمزہؑ کی بہادری کا اہم کردار تھا۔

جنگ احد اور حضرت حمزہؑ کی شہادت:

جنگ بدر کی ذلت آمیز شکست نے کفار قریش کو چور چور کیا تھا لیکن ساتھ میں انتقام کی آگ بھی برابر بھڑک اٹھی تھی اور کفار قریش بخوبی جانتے تھے کہ اس جنگ میں چونکہ حضرت حمزہؑ نے اہم کردار ادا کیا تھا اور ہندہ کے باپ اور بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے اس لئے اس نے جناب حمزہؑ کے قتل کے لئے وحشی حبشی غلام کو ابتداء سے ہی مال و دولت کا لالچ دلایا اور اسے اس قتل پر اکسایا۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ اس معلونہ نے نذر مانی تھی کہ حمزہؑ کا کلیجہ چبائے گی ۔ (ابن سعد ۔الطبقات ج۳ ،ص۱۲)

جب جنگ احد کا آغاز ہوا تو مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن بعض مسلمانوں نے مال غنیمت کے لالچ میں اس گھاٹی کو چھوڑ دیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں سختی کے ساتھ حکم دیا تھا کہ کسی بھی حالت میں نہیں چھوڑنا لیکن ان لوگوں نے مال غنیمت جمع کرنے کی خاطر اس گھاٹی کو چھوڑ دیا اور ادھر کفار کی طرف سے اس گھاٹی کی طرف خالد بن ولید کی سربراہی میں مسلمانوں پر حملہ ہوگیا اور ستر کے قریب مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا ، حبشی غلام اسی تاک میں تھا کہ کسی صورت علیؑ یا حمزہؑ اس کے سامنے آجائیں تاکہ ہندہ سے انعام حاصل کرے ، اس نے ایک مقام سے چھپ کر نظارہ کیا کہ حمزہ کہاں ہیں ، اس نے دیکھا کہ جناب حمزہؑ شیر کی طرح کفار پر حملہ کر رہے ہیں اور جو بھی سامنے آتا ہے اسے واصل جہنم کر رہے ہیں اس نے جناب حمزہؑ کو مصروف جنگ دیکھ کر ایسا نیزہ پھینکا کہ جناب حمزہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر آگئے ، اس کے بعد حبشی نے حضرت حمزہؑ کو شہید کر دیا اور آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور کلیجہ نکال کر ہندہ کو دیا ، ہندہ نے وحشی کو زیورات اور اپنا لباس دے دیا اور وعدہ کیا کہ مکہ پہنچ کے اسے دس دینار بطور انعام دے گی ، اس کے بعد ہندہ نے حمزہ کے بے جان جسم کو مثلہ کیا اور جسم کے اعضاء کاٹ کر اپنے کنگن اور ہار بنائے اور کلیجہ کو لے کر مکہ آئی ۔ (الواقدی ۔ المغازی ج۱ ص ۲۸۵ سے)

شہادت حضرت حمزہؑ پر رسول اللہ ﷺ کا گریہ کرنا:

جب جنگ ختم ہوگئی اور مدینہ میں شہداء احد کا سوگ منایا جا رہا تھا اس وقت جناب رسول خدا ﷺ جناب حمزہؑ کی مظلومیت پر گریہ فرما رہے تھے ۔

ابن شاذان نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل کی ہے :

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اتنا اشک بار نہیں دیکھا جتنا آپ ﷺ اشک بار حمزہؑ کی شہادت پر ہوئے ، آپ ﷺ نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا ، پھر جب جنازہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اس قدر اشک بار ہوئے کہ سسکیاں بند گئیں اور قریب تھا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو جائے ، آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے : اے حمزہؑ، اے میرے چچا ، اے میرے شیر ، اے حمزہؑ ، نیکی کو انجام دینے والے حمزہؑ ، مصیبتوں کو دور کرنے والے حمزہؑ ۔

راوی کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب کسی کی نماز جنازہ پڑھتے تو چار مرتبہ تکبیر فرماتے لیکن آپ نے جناب حمزہ کی نماز جنازہ پر ستر ۷۰ مرتبہ تکبیر فرمائی ۔(شرح مسند ابی حنیفہ ج۱،ص۵۲۶، ذخائر العقبیٰ ج۱۰،ص۱۷۶)

جناب حمزہؑ پر فقط رسول اللہ ﷺ نے اکیلے گریہ نہیں فرمایا بلکہ تاریخ میں ملتا ہے کہ جب مدینہ میں دیکھا کہ انصار کے گھروں سے ان کے شہداء پر گریہ و بکاء کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں تو اس وقت فرمایا:

لیکن حمزہؑ کو رونے والا کوئی نہیں ہے ۔ سعد بن معاذ نے آپ ﷺ کی بات سن لی اور انصار کی خواتین کو رسول خدا ﷺ کے گھر کے دروازے پر لے آئے اور سب نے جناب حمزہؑ پر گریہ کیا ، اس دن کے بعد سے جب بھی کوئی خاتون اپنے کسی مرحوم پر گریہ کرتی تھی تو پہلے جناب حمزہؑ پر گریہ و بکا کرتی تھی ۔

روایات میں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد کی زیارت کو جاتے تھے اور ان پر سلام کرتے تھے اور ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا فرماتے تھے ۔

جناب فاطمہ زہراء علیہا السلام کے بارے میں ملتا ہے کہ اپ قبر سید الشہداء حمزہؑ کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں اور آپؑ نے اس قبر کے گرد پتھر رکھ کر نشان لگایا تھا۔ (ابن اثیر النہایۃ ج۵ ، ص۶۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: میرے تین بہن اور تین بھائی ہیں لیکن نہ تو بھائیوں کی اور نہ ہی بہنوں کی شادی ہوئی ہے اور نہ ہی کسی کام میں کامیابی ملتی ہے ہر کام میں ناکامی کا سامنا کیوں ہوتا ہے ہمیشہ ہمارے گھر والوں کو؟

جواب: بسمہ سبحانہ! خدا جس کو چاہتا ہے وسعت رزق عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگدستی عطا کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کرے اور اہل بیتؑ نے بھی سب مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ واللہ العالم

سوال: میری ماں کا انتقال ہوچکا ہے کیا کسی ذریعہ سے میں اپنی ماں سے بات کر سکتی ہوں؟ اگر ہاں تو کیسے؟ اور میں اپنی مرحوم ماں کے خیریت کیسے لے سکتی ہوں یا پھر ایسا کیا کروں کہ وہ اس دنیا میں خوش رہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ ان کی وہ نمازیں جو انہوں نے زندگی میں ادا نہیں کی تھیں وہ پڑھیں اور جو روزے انہوں نے زندگی میں نہیں رکھے تھے ان کی قضاء کرو اور اگر وہ خمس کی پابند نہیں تھیں تو خمس ادا کرو اور آپ ان کے لیے مستحب اور نیک اعمال کریں جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور غریبوں کی مدد کرنا۔ واللہ العالم

سوال: آخری امام علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! متقی بنو اور متقی بننے کا سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ ہر روز سونے سے پہلے محاسبہ کرو صبح سے لے کر اب تک جو اعمال و حرکات سرزد ہوئی ہیں ان کا جائزہ لو، اگر کسی نیکی کی توفیق ہوئی ہے تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے اس نیکی کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اگر کوئی خدا کی معصیت یا گناہ سرزد ہوا ہے تو سونے سے پہلے ندامت کے ساتھ روئے۔ امامؑ اور خدا سے اس کی معافی مانگے اور اگر کسی مومن سے زیادتی کی ہے تو سونے سے پہلے اس سے معافی مانگو ورنہ قیامت کے دن اگر وہ مومن معاف نہیں کرے گا تو اس سے چھٹکارا بہت مشکل ہو گا اور وہ معاف نہیں کرے گا جب تک کہ آپ سے آپ کی نیکیاں نہ لے لے۔ اور خدا کی رحمت سے نا امید ہونا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ والسلام

سوال: عمرہ کے کفارہ کا دنبہ بکرا یا بکری دے سکتے ہے اور اس بکرا پر عید قربان کی شرائط لاگو ہیں یا کم عمر بھی قربان کر سکتے ہیں اور قربانی کا گوشت روزہ داروں کو مسجد میں افطاری کے وقت کھلا سکتے ہیں؟

جواب: ہماری مناسک حج میں جو کفارہ لکھا ہے وہی کفارہ دیں گے جہاں اونٹ کا کفارہ بنتا ہے وہاں کوئی اور چیز کفارے کے طور پر نہیں دے سکتے اور کفارے کی تفصیل ہماری مناسک حج سے دریافت کر سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال: کیا روزے کی حالت میں سر پر تیل لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! روزے کی حالت میں سر پر تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن وضو اور تیمّم والے اعضاء پر چکناہٹ نہ ہو۔ واللہ العالم

سوال: کیا روزے کی حالت میں ٹوتھ برش کر سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ٹوتھ پیسٹ کے ذرہ لعاب دہن کے ساتھ مل کر گلے کے اندر چلا جائے تو روزہ باطل ہو جائے گا، بہتر یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ روزہ کی نیت کے وقت سے پہلے کرے۔ واللہ العالم

سوال: کیا نماز شب میں ظہر و عصر قضا کرکے پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! پڑھی جا سکتی ہے۔ واللہ العالم

سوال: کل ایک بندے کو جو کہ آپ کا مقلد ہے ظہر کے بعد پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک روزہ ہے اور اس نے کھانا بھی کھا لیا اب اس کے اس روزہ کا کیا حکم ہے کیا اس پے قضا کے علاوہ کفارہ ہے یا نہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ پر روزے کی قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا مستحب نمازیں جو نہیں پڑھی ہیں انکی قضاء کی نیت سے سال یا مہینہ بعد پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال: انعقاد نطفہ کے بعد جبکہ یقین ہوجائے تو کیا جان بوجھ کر اس نطفہ کو ضائع (سقط) کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ چار ماہ کے بعد اس میں روح آجاتی ہے۔ یعنی روح داخل ہونے سے قبل کس صورت میں ضیاع نطفہ جائز ہے یا اگر حرام ہے تو اس کی دیت کتنی ہوگی اور دیت کس کو دی جائے گی؟

جبکہ میاں بیوی دونوں اس کام پر راضی ہوں تو اس صورت میں دیت کس کو دی جائے گی یا میاں بیوی میں سے ایک فرد ضایع نطفہ پر راضی ہو جبکہ دوسرا فریق راضی نہ ہو ؟ گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی توضیح فرمادیں ۔ مفصل طریقہ سے بیان فرمائیں کہ کن صورتوں اور مراحل میں دیت کی کتنی مقدار ہوگی؟

جواب: بسمہ سبحانہ !انعقاد نطفہ کے بعد اس کو گرانا جائز نہیں ہے اور یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے اور ہر چالیس دن حمل کے مقابل میں شرعی ۱۵مثقال سونا (طلا) دیت ہوگی اور یہ دیت اس پر واجب ہوگی جس کے فعل سے یہ حمل ساقط ہوا ہے ۔ اگر باپ نے کیا ہے تو دیت ماں کی ہوگی ۔ اور ماں نے کیا ہے تو دیت باپ کی ہوگی ۔اور اگر دونوں اس جرم میں شریک تھے تو اس گرنے والے بچے کے بھائی اور بہنیں اس دیت کے مالک ہونگے ۔ اور اگر دوسرے طبقے کے افراد نہیں ہیں تودیت تیسرے طبقے کے افراد کی ہوگی اور اگر کوئی بھی نہیں ہے تو دیت امام زمان (عج) کی ہوگی۔ واللہ العالم

سوال: جناب عالی لوگوں کے آئمہ علیہم السلام کی ضریحوں کے گرد طواف کرنے اور اپنے جسم کو ضریح کے ساتھ مس کرنے کا کیا فائدہ ہے ؟میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اسی طرح یہ لوگ یا علی یا حسین کہتے ہیں اور یا اللہ نہیں کہتے میں اس کو خدا کے ساتھ شرک اور گناہ کبیرہ شمار کرتا ہوں پس یہ لوگ آئمہ علیہم السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہمیں اپنا فتوی دے کر ممنون فرمائیں؟

جواب: میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے کا کیا فائدہ ہے ؟کیا خانہ کعبہ اور اس کی دیواروں کی اس عمل کے ذریعے پوجا کرتے ہیں نعوذ باللہ کعبہ خدا ہے ؟ کیا حجر اسود کو بوسہ دینا نعوذ باللہ خدا کو بوسہ دینا ہے ؟ کیا کعبہ کی دیواروں کو مس کرنا خدا کو مس کرنا ہے ۔ آپ ان تمام اعمال پر شرک کا حکم کیوں نہیں لگاتے اور یہ جان لیجئے کہ عبادت نام ہے خدا کو خدا کہنے اور عبودیت کے اقرار و اظہار کا تو کیا آپ نے کوئی ایسا شیعہ دیکھا ہے جو معصومین علیہم السلام کو خدا سمجھتا ہو ضریح کے گرد تو طواف وہ فقط و فقط وہاں مدفون امام کے ساتھ تعلق اور اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے کرتے ہیں ۔ آئمہ علیہم السلام سے مروی شدہ روایات میں اہلبیت رسالت اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی قبروں اور ضریحوں کا بوسہ لینے کی اجازت دی گئی ہے اور آئمہ اطہار ہمیں وہی حکم دیتے ہیں جو ان کے جد امجد رسول اسلام ﷺ کا حکم

ہو اور شرک سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو خدا کا نظیر اور ہم مثل قرار دے اور وہ صفات جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں انہیں کسی اور کے لئے ثابت کرے اگر فقط بوسہ لینا شرک ہے تو انسان اپنی اولاد کا بوسہ لیتے ہی مشرک ہوجاتا ہے ۔

سوال :زیارت وارثہ میں مذکور ہے السلام علیکم و علی اجسامکم و علی اجسادکم یعنی آپ پر اور آپ کے اجساد اور اجسام پر سلام ہو جسم اور جسد میں کیا فرق ہے ؟

جواب: جسم لغت میں اسے کہا جاتا ہے کہ جس کو لمبائی چوڑائی اور اونچائی میں تقسیم کیا جاسکتے اور چاہے اس کے کتنے ہی حصے اور ٹکڑے ہوجائیں ان ٹکڑوں کو جسم کہا جائے گا۔ عربی لغت لکھنے والوں کے مطابق مثلا خلیل فراھیدی کے مطابق جسد جسم کے ساتھ خاص ہے جسد کا اطلاق فقط مکمل انسانی جسم پر ہوتا ہے اور مکمل انسانی جسم کے علاوہ کسی بھی چیز کو جسد نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح بعض دفعہ جسد اسے کہتے ہیں جس کا کوئی رنگ ہو اور جسم اسے کہتے ہیں جس کا کوئی رنگ نہ ہو جیسے ہوا اور پانی وغیرہ ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان سے آئے ہوئے وفود کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

کراچی سکردو خیر پور اور لاہور سے آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی. اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی سے علمی استفادہ کرنا تھا. اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ اے زائرین کرام ہماری بچپن سے تمنا تھی کہ ہم زیارت امام حسین علیہ السلام سے مشرف ہوں.

خدا نخواستہ اگر ہماری زیارت قبول نہ ہوئی تو ہم نے سفر کی زحمت بھی اٹھائی پیسے بھی خرچ کیے مگر زیارت کی قبولیت کو نہ پا سکے. جبکہ زائرین کا زیارت کے بعد اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کی زیارت کو قبول فرمائے.

مزید برآں مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ نے اس بات پر زور دیا کہ ہم اسطرح زیارت انجام دیں کہ ہماری زیارت قبول ہو جائے. اور ایسا تب ہو گا جب زیارت کے بعد انسان کے کردار میں مثبت تبدیلی آے.

آخر پر آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا

آیت اللہ العظمی الشیخ محمد اسحاق فیاض دام ظلہ کی مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ملاقات

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الشیخ محمد اسحاق فیاض دام ظلہ نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی۔

اس ملاقات میں مسلم امہ کو درپیش مسائل اور ان کی مشکلات کے امور زیرِ بحث رہے ۔

آخر پر دونوں عظیم شخصیات نے امت مسلمہ کے لئے بالعموم اور شیعیان کے لئے بالخصوص دعا فرمائی ۔

نجف اشرف میں مرجع عالی قدر دام ظلہ کی اقتداء میں نماز عید الفطر ادا کی گئی.

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الحافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ نے اپنے مرکزی دفتر نجف اشرف میں نماز عید الفطر پڑھائی. جس میں نجف اشرف کے مومنین اور علماء کرام نے شرکت کی. اور ان کے ساتھ ساتھ بر صغیر پاک و ہند کے طلاب نے بھی بھرپور شرکت کی.

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے علامہ سید رضی جعفر حفظہ اللہ کی ملاقات

حجت الاسلام علامہ رضی جعفر حفظہ اللہ نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی۔اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی کی زیارت کرنا تھا۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے علامہ سید رضی جعفر حفظہ اللہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے مزید توفیقات کے اضافے کے لیے دعا فرمائی۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

شرعی احکام کی پابندی واجب ہے اور شریعت کی خلاف ورزی کرکے اس کی توہین کرنا جائز نہیں ہے۔ اس وقت نوجوان اسٹوڈنٹس سب سے زیادہ جس گناہ اور مصیبت کا شکار ہورہے ہیں وہ نامحرم عورت کی طرف نگاہ کرنا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے پس جو عورت بھی اسلام میں داخل ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے وعدہ لیتے کہ وہ نامحرم مردوں کے ساتھ تنہائی میں نہیں جائے گی اگرچہ اس کی نیت صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

سالانہ ممبر شپ 300 روپے

مرکزی ایڈریس:

امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر 2، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان